بسم الله الرحمن الرحيم

مجاذیب کی پراسرار دنیا

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ○ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

دنیا میں ظاہری اسباب کی اہمیت:

یہ دنیا دارالاسباب ہے، اللہ رب العزت نے اس کے نظام کو اسباب کے تحت چلایا ہے۔ ہر چیز کا طریقہ کار اور اصول وضوابط متعین فرما دیئے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو بغیر روٹی کے بھی بھوک مٹا سکتے ہیں مگر ایک دستور بنا دیا کہ روٹی کھاؤ گے تو بھوک مٹے گی، پانی پیو گے تو پیاس بجھے گی، نکاح کرو گے تو اولا ملے گی، کوشش کرو گے تو تمہیں روزی دی جائے گی۔ جب نبی اکرم ﷺ کو میدان احد میں زخم لگا تو سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ نے لکڑی جلا کر راکھ بنائی اور آپ ﷺ کے زخم مبارک پر لگائی۔ شفاء دینے والا اللہ تعالیٰ ہے مگر زخم پر راکھ لگانی پڑی۔ سخت بھوک کی حالت میں بے تابی تھی کھانے کو کچھ نہیں تھا جس کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے۔ قانون خداوندی ہے کہ لوہا مضبوط ہوتا ہے آپ دنیا میں جہاں کہیں بھی چلے جائیں آپ آنکھ بند کر کے کہہ سکتے ہیں کہ لوہا مضبوط ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ وہ ایک جگہ تو مضبوط ہو اور جب اسے پل بنانے کے لئے استعمال کریں تو وہ پلاسٹک کی طرح نرم ہو جائے۔ لوہا

ہر جگہ لوہا ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے آج کے انجینئر آنکھ بند کر کے ایک سو دس منزلہ بلڈنگ ڈیزائن کر دیتے ہیں کہ لوہے کی مضبوطی کی وجہ سے یہ عمارت یونہی کھڑی رہے گی۔ اور وہ واقعی کھڑی رہتی ہے۔ اگر کوئی قانون اور ضابطہ نہ ہوتا تو نہ پل بنتے، نہ عمارتیں بنتیں، نہ مشینیں بنتیں اور نہ ہی انسان کی زندگی کا کاروبار چلتا۔

قدرت الٰہی کا اظہار:

عام طور پر ایسا نہیں ہوتا کہ انسان رات کو سوئے تو فاسق ہو اور صبح کو اٹھے تو کامل ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا فرما دیں تو یہ اس کی قدرت ہے۔ یوں تو بی بی مریمؑ کو بغیر خاوند کے بھی بیٹا دے دیا تھا۔ بعض انبیاءؑ کو ایسی عمر میں اولاد ملی جب کہ عورت بانجھ ہو جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو بشارت ملی کہ بیٹا ہوگا تو فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ (چہرے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگی، اوہ! میں بڑھیا! اس حالت میں ماں بنوں گی) مگر یہ قدرت خداوندی کا ظہور ہے۔

عام طور پر دنیا کا نظام اسباب کے ماتحت چل رہا ہے۔ لیکن کبھی کبھی مسبب الاسباب اپنی قدرت کا اظہار فرما دیتے ہیں تاکہ لوگوں کا ایمان سلامت رہے اور وہ اسباب ہی کو خدا نہ سمجھ بیٹھیں۔ گویا اللہ رب العزت اپنی قدرت کا اظہار فرما دیتے ہیں کہ ہم نظام بنا کر اس کے پابند نہیں ہو گئے بلکہ مرضی اب بھی ہماری ہی چلتی ہے۔

روحانی اسباب:

جس طرح ظاہری طور پر مادی نظام اسباب کے تحت ہے اسی طرح روحانیت کا نظام بھی اسباب کے تحت ہے۔ جس طرح انسان مادی علوم سیکھتا ہے اسی طرح اسے روحانیت کو بھی سیکھنا پڑے گا۔ شیخ سے بیعت ہونا، ان سے ذکر و مراقبہ سیکھنا اسباب ہیں۔ رحمتیں تو اللہ تعالیٰ ہی بھیجتے ہیں مگر مراقبہ میں بیٹھنا اس کا سبب بن جاتا ہے۔

دو طرح کے انتظامات

گلشن دنیا کے کاروبار کو چلانے کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے دو طرح کے انتظامات ہیں۔

(۱) فرشتوں کے ذریعے:

کچھ تو فرشتے متعین ہیں جو دنیا کا نظام سنبھالے ہوئے ہیں۔ مثلاً پانی کے ہر قطرے کے ساتھ ایک فرشتہ ہے، جب تک وہ قطرہ پینے والے کے منہ میں نہیں چلا جاتا، وہ اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح ہواؤں کا نظام فرشتے کے تحت، پہاڑوں کا نظام فرشتے کے تحت، رزق کا نظام فرشتے کے تحت، بندوں کی حفاظت کا نظام فرشتوں کے تحت۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے متعین ہوتے ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو جن انسانوں کا نام ونشان ہی مٹا دیتے۔ اعمال لکھنے کا انتظام فرشتوں کے تحت، وَ اِنَّ عَلَيْكُم لَحَافِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اور جب مرنے لگتا ہے تو روح قبض کرنے کا انتظام فرشتوں کے تحت۔ پس اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام چلانے کے لئے کچھ انتظام فرشتوں کے ذمے لگا دیا ہے۔

(۲) انسانوں کے ذریعے:

اللہ رب العزت نے کچھ انسانوں کو بھی اس خدمت کے کام پر متعین کر دیا ہے۔ جب کوئی حاکم ملک پر حکومت کرتا ہے تو اس کے ملک میں عموماً تین طبقے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک عوام الناس کا طبقہ ہے جن کو ایک نظام کے تحت اپنی زندگی گزارنا پڑتی ہے، وہ کاروبار کریں یا نوکری کریں یا جو مرضی کریں انہیں بہر حال اس نظام کے تحت اپنی زندگی گزارنا ہے۔ دوسرا طبقہ حاکم کے نمائندوں کا ہے جو حکومتی پالیسیاں بناتے ہیں، سمجھاتے ہیں اور لوگوں کو اس قانون کے تحت زندگی گزارنے کا پابند

بناتے ہیں۔اور تیسرا طبقہ فوج یا پولیس کا ہوتا ہے۔ یہ محکمہ جات مملکت کے کچھ خاص کاموں کے لئے بنائے جاتے ہیں۔فوج کا شعبہ مملکت کی حفاظت کے لئے متعین ہوتا ہے جب کہ پولیس کا شعبہ ملک میں امن وامان قائم رکھنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔

خدائی نظام:

خدائی نظام کے بھی تین حصے ہیں۔ایک عوام الناس،جن میں سے کوئی سعید ہوگا کوئی شقی ہوگا ۔انہیں دنیا میں اپنی زندگی گزار کر آخرت کے سفر پر روانہ ہونا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے دوشعبے اور بنائے ہیں جو خدائی کام پر مامور ہوتے ہیں۔

قطب ارشاد کے فرائض:

ایک شعبے کے بڑے کو''قطب ارشاد'' کہتے ہیں۔ارشاد کہتے ہیں دعوت کو،تبلیغ کو،احیائے سنت کو،احیائے دین کے کام کو۔قطب ارشاراللہ تعالیٰ کا وہ بندہ ہوتا ہے جس کو روحانی طور پر نبی اکرم ﷺ کا ممتاز وارث ہونے کی نسبت حاصل ہوتی ہے اور دعوت وتبلیغ کا جو کام نبی اکرم ﷺ اپنے دور میں کرتے تھے،ان کی وکالت کرتے ہوئے ،ان کی نمائندگی کرتے ہوئے اور ان کا وارث ہوتے ہوئے قطب ارشاد وہی کام کررہا ہوتا ہے۔ گویا قطب ارشاد لوگوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے گرما رہے ہوتے ہیں اور شریعت کی بالادستی اور حاکمیت اعلیٰ کے احکامات کی تعمیل کروانے کے لئے کوششیں کررہے ہوتے ہیں۔ پھر ان کے تحت کئی اولیائے کرام ہوتے ہیں جو ان سے فیض پاتے ہیں اور آگے کام کررہے ہوتے ہیں۔اسے دعوت و ارشاد کا ایک مستقل شعبہ سمجھ لیجئے۔

قطب مدار کے فرائض:

ایک شعبہ اور ہوتا ہے جس کا فوج کی طرح رعایا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

ان کا تعلق ملک کی حفاظت، سلامتی اور امن وامان سے ہوتا ہے۔ اس شعبے کے بڑے کو "قطب مدار" کہتے ہیں۔ ان کے تحت آگے اور کئی اولیائے کرام ہوتے ہیں۔ جن کے ذمے مختلف کام لگے ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق کائنات کے نظام کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے فرشتوں کی جماعت نظام سنبھالنے کے لئے بنی، یہ بندے بھی نظام سنبھالنے کے لئے پیدا کئے گئے۔

جب کسی کو فوجی بنایا جاتا ہے تو اسے وردی پہنا دی جاتی ہے تاکہ عوام میں اور ان میں فرق ہو سکے۔ اسی طرح اللہ رب العزت جب کسی بندے کو تکوینی نظام سے متعلق کسی کام پر متعین فرماتے ہیں تو ظاہری طور پر اس پر نیم بے ہوشی کا عالم طاری فرما دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ عام دنیا کے لوگوں سے بات چیت کے قابل نظر ہی نہیں آتے۔ وہ لگن کے ساتھ اپنے کام میں مگن ہوتے ہیں۔

قطب ارشاد کی فضیلت:

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ دعوت وارشاد کا راستہ افضل ہے۔ اسی لئے قطب مدار ہمیشہ قطب ارشاد کے ماتحت ہوتے ہیں۔ ایک ہی وقت میں قطب ارشاد بھی ہوں گے اور قطب مدار بھی ہوں گے مگر قطب مدار ماتحت ہوں گے قطب ارشاد کے۔ وہ اپنے سب معاملات کی رپورٹ قطب ارشاد کو بتائیں گے۔ چونکہ قطب ارشاد دعوت و تبلیغ، اشاعت دین، شریعت کا کام، مدارس، مساجد، مکاتب اور روحانیت کا نظام چلاتے ہیں اس لئے شریعت نے قطب ارشاد کو فضیلت بخشی ہے۔

مجنون اور مجذوب میں فرق:

جو لوگ ظاہراً ایک عام انسان کی طرح عقلمند نظر نہیں آتے اور ایک خاص حالت میں رہتے ہیں، لوگ ان کو مجنون کہتے ہیں یا مجذوب۔ یعنی مجنون کو دیکھو تو وہ عجیب و غریب حرکتیں کرتا ہے، نہ کھانے سے واسطہ، نہ پینے سے واسطہ اور نہ ہی دوسری

چیزوں سے تعلق ہوتا ہے۔ مجذوب کا لفظ ''جذبہ'' سے نکلا ہے۔ لہٰذا مجذوب کے اندر ایک خاص جذبہ ہوتا ہے مگر یہ بھی ظاہرا مجنون کی طرح ہی عجیب سی حرکتیں کرتا ہے۔ مجنون اور مجذوب دونوں کی زندگی عام لوگوں سے ہٹ کر ہوتی ہے۔ مگر مجنون بیمار ہوتا ہے جب کہ مجذوب اللہ کا ولی ہوتا ہے۔ دونوں کی ظاہری مشابہت کی وجہ سے سالکین پریشان ہوکران کے بارے میں افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کچھ لوگ تو مجنون کو بھی مجذوب ہی کہہ دیتے ہیں۔ جو بھی پاگل اور دیوانہ دیکھا اسی کو مجذوب اور خدا کا ولی سمجھ لیا۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جو مجذوب لوگوں کو بھی مریض سمجھ لیتے ہیں۔ اعتدال کی راہ اپنانے کے لئے چند نکات بیان کئے جاتے ہیں تا کہ آپ کا عقیدہ اور عمل سلف صالحین کے عقیدہ اور عمل کے مطابق ہو جائے۔

سب سے بڑی نشانی تو یہ ہے کہ مجنون ہمیشہ بے چین نظر آئے گا جب کہ مجذوب ہمیشہ مطمئن نظر آئے گا۔ یعنی مجنون کو کسی کل چین نہیں ہوتا، اس کا دماغ خراب ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت ہلتا جلتا رہتا ہے۔ بے چینی کی وجہ سے وہ کبھی کوئی حرکت کرتا ہے اور کبھی کوئی۔ مجذوب بھی ظاہر میں اسی طرح ہوتا ہے مگر اس کے اعمال میں آپ کو بے چینی نظر نہیں آئے گی۔ گویا مجنون پر بے چینی غالب ہوگی اور مجذوب پر اطمینان غالب ہوگا۔

مجذوب بننے کے لئے ہاتھ کھڑا کریں:

اگر کوئی آدمی مجذوب کے پاس جائے، اس کی خدمت کرے اور مجذوب اس پر مہربان ہو جائے تو مجذوب اس کو اس درجہ تک پہنچا سکتا ہے جہاں پہ وہ خود ہوتا ہے۔ یعنی زیادہ سے زیادہ کرے گا تو وہ اسے اپنی طرح کا مجذوب بنا دے گا۔ اب بتاؤ، بھئی! جس جس نے مجذوب بننا ہو وہ ہاتھ کھڑا کریں۔ ہم میں سے تو کوئی بھی پسند نہیں کرے گا کہ وہ ایسی زندگی گزارے۔ ہر بندہ پسند کرے گا کہ شریعت وسنت کی

اتباع کی جائے تاکہ روز محشر شرع شریف پر عمل کرنے والے بندوں میں ہمارا شمار کر لیا جائے۔

مجذوب کی اقسام:

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مجذوب بنتے کیسے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مجذوب دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہبی مجذوب اور دوسرے کسبی مجذوب۔

(۱) وہبی مجذوب:

اللہ رب العزت نے جب روز میثاق اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ارشاد فرمایا اور اپنے جمال کا جلوہ دکھایا تو کچھ عشق والے ایسے تھے جو مست ہو گئے۔ وہ جمال الٰہی کے مشاہدے میں ایسے مستغرق ہوئے یا اس تجلی کا نقش ان کے دل و دماغ پر یوں بیٹھا کہ اپنے ہوش گم کر بیٹھے۔ ان کو وہبی مجذوب کہتے ہیں۔ وہ ماں کے پیٹ میں بھی مجذوب، بچپن میں بھی مجذوب، جوانی میں بھی مجذوب، بڑھاپے میں بھی مجذوب رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسی حالت میں دنیا سے گزر جاتے ہیں۔

(۲) کسبی مجذوب:

کسبی مجذوب عموماً دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو ابتدا میں دعوت و ارشاد کے صحیح راستے پر چلتے ہیں، سالکین طریقت بنتے ہیں مگر سلطان الاذکار کے سبق پر رک جاتے ہیں۔ ان کے رگ و ریشہ سے جو اللہ اللہ نکلتی ہے وہ اس حال میں مغلوب ہو جاتے ہیں۔

دوسرے وہ جو کسی مجذوب کے پاس جاتے ہیں اور راہ و رسم رکھنے یا کسی خدمت کی وجہ سے مجذوب کسی طرح ان پر متوجہ ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بھی مجذوب

بن جاتے ہیں۔

حضرت بابو جی عبداللہؒ پر ایک مجذوب کا وار:

حضرت بابو جی عبداللہؒ نے فرمایا کہ ایک مجذوب مجھ پر بہت مہربان تھا۔ ایک مرتبہ وہ مجھے ملا اور کہنے لگا لا الہ الا اللہ پڑھو۔ میں نے پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس نے ہر چند زور لگایا کہ میں لا الہ الا اللہ پڑھوں مگر میں ہر بار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا رہا۔ فرمانے لگے اگر میں واقف نہ ہوتا اور اس کے کہنے پر فقط لا الہ الا اللہ پڑھ دیتا تو میں اسی وقت مجذوب بن جاتا۔

ایم بی بی ایس ڈاکٹر ابدال کیسے بنا؟

حضرت سید زوار حسین شاہؒ سے اس عاجز نے ایک واقعہ خود سنا۔ ان کے دور میں ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر صاحب کا ایک مجذوب کے پاس اٹھنا بیٹھنا تھا۔ وہ مجذوب فوت ہونے لگا تو ان کو کوئی چیز کھانے کو دے گیا۔ انہوں نے وہ چیز کھائی تو وہ بھی مجذوب بن گئے۔ اب وہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر بغیر ازار بند کے صرف ایک پاجامہ پہننے لگ گئے۔ حالت یہ تھی کہ پاجامہ ہاتھ میں لے کر چلتے پھرتے تھے۔ وہ ڈاکٹر صاحب ایک حکیم صاحب کے پاس آتے جاتے تھے۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم بھی حکیم صاحب سے ملنے گئے تو اوپر سے وہ ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے۔ حکیم صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر انہیں فرمایا کہ میں ذرا مصروف ہوں، ملنے والے بیٹھے ہیں، اس لئے تھوڑی دیر تشریف رکھیں۔ انہوں نے اشارہ کیا ٹھیک ہے۔ اس کے بعد وہ ہمارے ہی پاس بیٹھ گئے۔ میں حیران تھا کہ جب میں ان کی طرف دیکھتا تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگتے اور جب میں ادھر ادھر دیکھتا تو وہ فوراً میرا چہرہ دیکھنا شروع کر دیتے۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے حکیم صاحب کے کاغذوں میں سے ایک کاغذ اٹھایا اور قلم لے کر کچھ گنگنانے بھی لگے اور لکھنے بھی لگے۔

جب میں نے ان کی گنگناہٹ پر تھوڑی سی توجہ دی تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ عربی کے بہت ہی عجیب اشعار پڑھ رہے ہیں۔ سمجھ میں تو نہیں آتی تھی مگر اس کی سُر ایسی بنتی تھی کہ اس سے میں نے پہچان لیا کہ وہ محبت الٰہی کے اشعار گنگنا رہے ہیں۔ حالانکہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر کو عربی سے کیا واسطہ؟ یہ بیچارے تو ٹوٹ مٹ پڑھتے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ڈاکٹر صاحب اٹھے اور اشارہ کیا کہ اب میں جاتا ہوں۔ حکیم صاحب نے کہا ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے کہ آپ اتنے دن ہمارے پاس نہیں آئے؟ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے ''اب ہم دال ہو گئے ہیں'' یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب چلے گئے۔ بعد میں حکیم صاحب نے سید زوار حسین شاہؒ سے عرض کیا، کیا آپ کو پتہ چلا کہ یہ کیا کہہ گئے ہیں؟ حضرتؒ نے فرمایا، میں تو نہیں سمجھا۔ حکیم صاحب کہنے لگے کہ یہ کہہ گئے ہیں ''اب ہم دال ہو گئے' مطلب یہ کہ اب میں ابدال بن گیا ہوں۔ صحیح بتانے کی بجائے کہ ہم ابدال ہو گئے، اس نے اب کو پہلے کہا اور دال کو بعد میں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی حیرانی ہوئی کہ واقعی بات تو ایسی ہی کر گیا ہے لیکن حکیم صاحب نے اشارہ سمجھ لیا۔

پھر اس کے بعد انہوں نے ایک عدسہ منگوایا جو حروف کو بڑا کر کے دکھاتا ہے۔ اس کی مدد سے دیکھا تو میں حیران رہ گیا کہ ظاہراً تو نظر آتا تھا کہ انہوں نے ایسے ہی نشان سے لگا دیئے ہیں لیکن جب اس سے بڑا کر کے دیکھا تو پتہ چلا کہ عربی کا شعر اتنا خوبصورت لکھا ہوا تھا کہ ایسا تو کوئی کاتب بھی نہیں لکھ سکتا تھا۔

مجذوب کی ایک خاص کیفیت:

مجذوب لوگ قدرت کی طرف سے انتظامی امور سے متعلق خاص کاموں پر متعین ہوتے ہیں مگر ان سے عموماً کوئی کام بھی خلاف شرع نہیں ہوتا۔ ان سے قلم اٹھا لیا جاتا ہے۔ ان میں بسا اوقات اتنی ہوش ضرور ہوتی ہے کہ کبھی کبھی بات چیت کر لیتے

ہیں۔ جیسے جانوروں میں عقل تو نہیں ہوتی مگر انہیں اپنے مالک کی یا غیر کی پہچان ضرور ہوتی ہے۔ کیا چیز کھانی ہے اور کیا چیز نہیں کھانی، اس کی بھی انہیں پہچان ہوتی ہے۔ عام طور پر ان کو ہوش نہیں ہوتا۔

کامل مجذوب کی پہچان:

سید غوث علیؒ نے دو مجذوبوں کو دیکھا، کسی ظالم نے ان کو پکڑ کر ان کی رانوں پر انگارے رکھ دیئے۔ ان میں سے جو کامل تھا وہ جل گیا اور جو کامل نہ تھا اس نے انگارے کو ہٹا دیا۔ اس لئے مجذوبوں میں جو جتنا کامل ہوگا وہ اتنا ہی بے ہوش ہوگا۔ بے ہوش سے مراد یہ کہ اسے دنیا کی ہوش نہیں ہوتی۔ بس وہ ایک خاص حال میں مگن نظر آتے ہیں۔

مجنون لوگوں کا جنت میں داخلہ:

مجنون سے بھی مجذوب کی طرح شریعت کا قلم اٹھا لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجنون لوگوں کو اپنی رحمت سے جنت میں بھیج دیں گے۔ علماء نے اس کی وجہ لکھی ہے کہ چونکہ اس کی شکل انسانوں والی ہوتی ہے اس لئے احترام انسانیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی بجائے جنت عطا فرما دیں گے۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ احترام انسانیت کی وجہ سے بعض بندوں کو جہنم سے بچا لیں گے تو جو لوگ شریعت و سنت پر چلنے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی مہربانی کیوں نہ فرمائیں گے۔

مجاذیب کے حیرت انگیز واقعات

مجذوب لوگوں کے واقعات بھی بڑے عجیب و غریب ہوتے ہیں، ان کو پڑھ سن کر انسان حیران ہو جاتا ہے۔

مجذوب کی دعا کے ثمرات:

حکیم سنائیؒ کے والد مخدوم صاحب کو ایک مجذوب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے بیٹا دے گا جو مرد ہو گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد حکیم سنائی پیدا ہوئے۔ حکیم سنائی لڑکپن میں اپنے ایک دوست عثمان خیر آبادی کے ساتھ مل کر کھیلتے تھے۔ ایک دن ان دونوں کو ایک مجذوب کہنے لگا، کاک (روٹی) اور شوربہ لاؤ۔ دونوں نے کہا، اچھا۔ ان کے پاس پیسے نہیں تھے چنانچہ ایک نے اپنی کوئی چیز بیچ کر کاک (روٹی) خریدی اور دوسرے نے اپنی کوئی چیز بیچ کر شوربہ خریدا اور وہ دونوں چیزیں مجذوب کے پاس لائے۔ اس نے کھا کر ان دونوں کو دعا دی۔ وہ دونوں اپنے وقت کے بڑے نامور لوگ بنے۔ عثمان خیر آبادیؒ سے اللہ تعالیٰ نے روحانیت کا کام لیا اور حکیم سنائیؒ اپنے وقت کے حکیم بھی تھے اور شاعر بھی۔ حتیٰ کہ علامہ اقبال نے بھی ان کے اشعار پر تضمین لکھی۔

ابن عربیؒ کی ایک مجذوب سے ملاقات:

ابن عربیؒ نے ایک مجذوب کو دیکھا کہ وہ ظاہر میں نماز بھی پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا، میاں! کیا کر رہے ہو؟ وہ کہنے لگا، مجھے تو پتہ ہی نہیں، وہی مجھے اٹھاتا ہے اور وہی مجھے بٹھاتا ہے۔ ابن عربیؒ نے اپنی کتاب میں اس کو نقل کیا ہے۔

خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی ایک مجذوب سے ملاقات:

خواجہ نظام الدین اولیاؒ کو جب خلافت ملی تو وہ حضرت خواجہ رکنؒ کے مزار پر چالیس دن تک معتکف رہے۔ اسی دوران انہوں نے پھولوں کی ایک بیل دیکھی، جو تازہ تازہ لگائی گئی تھی، وہ بیل چند دنوں میں بڑی ہوگئی۔ ایک دن جب دیکھا کہ

پھول بھی لگ چکے ہیں تو دعا مانگی، رب کریم! اتنے دنوں میں تو ایک بیل پر بھی پھول لگ گئے، میں تیری عبادت میں یہاں بیٹھا ہوں، اے اللہ! میرے اندر بھی تقویٰ کے پھول لگا دے۔ ان کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ چالیس دن مکمل کر کے جب نکلے تو راستے میں ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے توجہ دی اور آپ کا معاملہ ہی کچھ اور بن گیا۔

نسل در نسل بادشاہت:

سبکتگین غزنی کے بادشاہ اور سلطان محمود غزنوی کے والد تھے۔ وہ فوج میں ایک عام سپاہی تھے۔ ان کے گھر میں ایک اللہ والے آئے۔ وہ اللہ والے کی مہمان نوازی کرتے، مسجد جاتے تو وہ ان کے ادب کی وجہ سے چند قدم پیچھے چلتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام بنایا کہ وہ سپاہی سے جرنیل بنے، پھر وقت کے بادشاہ بن گئے۔ جتنے قدم اس بزرگ سے پیچھے چلتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی اتنی ہی نسلوں میں بادشاہت چلا دی۔

مجذوب نے ہاتھی کو گرادیا:

ایک مرتبہ سبکتگین کے ہاتھی کسی راستے پر جا رہے تھے۔ ایک مجذوب ہاتھی کے قریب سے گزرنے لگا۔ راستہ تھوڑا ہونے کی وجہ سے وہ مجذوب دیوار اور ہاتھی کے درمیان آ گیا۔ مجذوب نے ہاتھی کو بس ہاتھ لگایا اور کہا، پیچھے ہٹ۔ اتنا بڑا ہاتھی وہیں گر گیا۔

چاند کو پیالے میں چھپانا:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد شاہ عبدالرحیم نقشبندیؒ نسبت کے حامل تھے مگر اپنے آپ کو چھپاتے تھے۔ ایک مرتبہ سوچا کہ میں ظاہر میں مجاہدین والا لباس کیوں نہ پہن لوں؟ چنانچہ مجاہدوں والی وردی پہن کر پھرتے رہتے۔ ایک مرتبہ

ایک مجذوبہ نے دیکھ لیا تو کہنے لگی، دیکھو! یہ چاند کو پیالے کے نیچے چھپاتا پھرتا ہے۔

ایک مجذوبہ کا پردہ کرنے کا واقعہ:

خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ امام مالک کی اولاد میں سے تھے اور ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل بزرگ تھے۔ ان کا گھر بخارا سے ۱۸ کلومیٹر کے فاصلے پر غجدوان میں تھا۔ ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے کہ ایک مجذوبہ نے دیکھ لیا۔ اس کے جسم پر پورے کپڑے بھی نہ تھے۔ جیسے ہی انہیں دیکھا اس نے اسی وقت ایک تنور میں چھلانگ لگا دی۔ حالانکہ آگ جلنے کے بعد اس میں انگارے موجود تھے۔ جب حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ چلے گئے تو وہ تنور سے باہر نکلی۔ لوگوں نے پوچھا کہ تو ویسے تو ننگی پھرتی رہتی ہے اور ان کو دیکھ کر تو نے تنور میں چھلانگ لگا دی۔ وہ کہنے لگی، ہاں بڑی مدت کے بعد ایک مرد نظر آیا، مرد سے پردہ کرنے کا حکم ہے، ڈنگروں اور جانوروں سے تو پردہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

بکریوں کی حفاظت کرنے والے بھیڑیئے:

حضرت اقدس تھانویؒ کے نانا نے ایک مجذوب کو دیکھا کہ بھیڑیئے اس کی بکریوں کی حفاظت پر مامور ہیں۔ انہوں نے پوچھا، میاں! بھیڑیئے تو جانوروں کو کھا جاتے ہیں، تیری بکریوں کو کیوں نہیں کھاتے؟ اس نے جواب دیا، کہ میں اپنے مولا کا کام کرنے میں مشغول ہوں تو اس کے بھیڑیئے میری بکریوں کی حفاظت کرنے میں مشغول ہیں۔

خواجہ باقی باللہؒ کو ایک مجذوب کی نصیحت:

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو ایک مجذوب ملا۔ حضرتؒ کو ان دنوں علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔ پاس سے گزرے تو اس مجذوب نے ایک شعر پڑھا۔ کہنے لگا

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدارا
سیپارۂ دل بیں کہ کتاب بہ ازیں نیست

(تجھے صرف کنز اور ہدایہ پڑھنے سے خدا نہیں ملے گا۔ دل کے سیپارے کو پڑھ لے کہ اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔)

حالانکہ اس مجذوب کو پتہ بھی نہ تھا کہ وہ کون ہیں۔

تفسیر دل:

حضرت مرشد عالمؒ فرماتے تھے کہ میں درس قرآن کے وقت قرآن مجید کی تفسیر کرتا تھا تو بعض علما حضرت صدیقیؒ سے آکر پوچھتے تھے کہ حافظ غلام حبیب صاحب کونسی تفسیر پڑھتے ہیں؟ حضرت صدیقیؒ فرماتے کہ وہ تفسیرِ دل پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر علوم ومعارف کی بارش برساتے ہیں۔

دو مجذوبوں کی انتظامی امور میں تعیناتی:

کچھ مجذوب ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتظامی امور پر مامور ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا، حضرت! آج کل تو حالات بہت ہی ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ کوئی نظم ونسق اور قانون نہیں ہے، سب لوگ من مرضی کرتے پھرتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا، ہاں بھئی! جو بندہ انتظامی امور پر متعین ہوا ہے وہ طبیعت کے لحاظ سے بہت ہی ڈھیلا ہے۔ اس نے پوچھا، حضرت! وہ کون ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا، وہ جو جامع مسجد کے سامنے خربوزے بیچ رہا ہے۔ وہ آدمی گیا تو دیکھا کہ ایک سادہ سا آدمی بیٹھا ہوا خربوزے بیچ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے خربوزے خریدنے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ خرید لیں۔ اس آدمی نے کہا کہ چکھنے کے بعد خریدوں گا۔ وہ کہنے لگا کہ چکھ لو۔ اب اس نے ایک خربوزہ کاٹا، چکھا اور کہنے لگا کہ یہ تو مجھے پسند نہیں ہے، دوسرا کاٹا اور کہا پسند نہیں ہے حتیٰ کہ سارے خربوزے کاٹ کر

چکھے اور کہا کہ مجھے تو کوئی بھی خربوزہ پسند نہیں ۔اس نے کہا، اچھا اگر کوئی بھی پسند نہیں تو چلے جاؤ۔ وہ کہنے لگا بالکل ٹھیک، نظام بھی ایسا ہی ہے۔

کچھ دن گزرے تو نظام ایسا ٹھیک ہوا کہ حکام سخت ہو گئے ۔ وہ پھر کہنے لگا، حضرت! آج کل تو بڑی سختی ہے۔حضرتؒ فرمانے لگے، میاں! آج کل بڑا سخت بندہ آیا ہوا ہے۔اس نے پوچھا، حضرت! وہ کون ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا، وہ جو فلاں جگہ پر مشک سے پانی پلاتا ہے۔اس نے کہا اچھا جا کر دیکھتا ہوں۔گرمی کا موسم تھا، وہ شخص گیا تو دیکھا کہ ایک آدمی دوپہر کے وقت پانی پلانے کے لئے مشک بھر کر کھڑا ہے۔ اس نے اس سے کہا، جی پانی تو پلا دیں ۔اس نے پیالہ بھر کر دے دیا۔اب اس شخص نے پیالے میں پانی کو دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ پانی تو ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ یہ کہہ کر اس نے پیالے کو انڈیل دیا اور کہا، پیالے میں اور پانی ڈال دو۔ وہ کہنے لگا کہ پہلے اس پانی کے پیسے ادا کرو جو پھینکا ہے پھر دوسرے کی بات کرنا۔ وہ دل ہی دل میں کہنے لگا واقعی بات تو ٹھیک ہے کہ آج کل نظام ہی ایسا ہے۔

اورنگزیب عالمگیرؒ کو تخت و تاج ملنے کا واقعہ:

اگر حضرت اقدس تھانویؒ جیسے محقق، حکیم، عالم اور فقیہہ کوئی واقعہ لکھتے ہیں تو وہ ہمارے لئے سند ہوتا ہے ۔ وہ اپنی کتاب میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ دارا شکوہ اور اورنگزیب عالمگیرؒ دونوں بھائی تھے۔ان کی آپس میں اقتدار کی کشمکش تھی۔ان دونوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ تخت و تاج مجھے ملے ۔ دارا شکوہ چاہتا تھا کہ میرا حق بنتا لہٰذا بادشاد مجھے بننا چاہئے جب کہ اورنگزیب عالمگیرؒ مشائخ کی صحبت پا چکے تھے اس لئے چاہتے تھے کہ اگر مجھے سلطنت کا انتظام مل جائے تو میں بدعات کا خاتمہ کر کے شریعت و سنت کی بالادستی قائم کر دوں گا۔

دارا شکوہ کو کسی نے بتایا کہ فلاں جگہ پر ایک مستجاب الدعوات بزرگ رہتے ہیں،

ان سے دعا کروائیں۔ جب وہ وہاں گئے تو اس بزرگ نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا اور بیٹھنے کے لئے اپنا مصلیٰ پیش کیا۔ داراشکوہ نے ازراہ ادب کہا، نہیں جی، میں اس قابل کہاں کہ اس جگہ بیٹھ سکوں۔ اگر انہوں نے بزرگوں کی صحبت پائی ہوتی تو سمجھتے کہ **الامــر فــوق الادب** کہ حکم کا درجہ ادب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس بزرگ نے پھر فرمایا کہ یہاں بیٹھ جاؤ۔ مگر اس نے دوسری مرتبہ پھر کہا، حضرت! میں اس قابل کہاں، انہوں نے تیسری مرتبہ اصرار کیا کہ بیٹھئے۔ لیکن کہنے لگا، جی نہیں، آپ ہی بیٹھئے۔ جب وہ بیٹھ گئے تو داراشکوہ بھی ان کے سامنے بیٹھا۔ ان کی آپس میں بات چیت ہوتی رہی۔ پھر جب اٹھنے لگے تو کہا، حضرت! دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تخت وتاج عطا فرمادیں۔ بزرگ فرمانے لگے کہ ہم نے مصلیٰ تو پیش کیا تھا آپ خود ہی نہیں بیٹھے تو کیا کریں اب تو وقت گزر چکا ہے۔ اسے بہت زیادہ افسوس ہوا۔ اب اس نے سوچا کہ کہیں اورنگزیب عالمگیر کو پتہ نہ چل جائے لہٰذا اس نے اس بات کو چھپائے رکھا۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ کچھ عرصہ کے بعد اورنگزیب عالمگیرؒ کو بھی کسی نے بتا دیا کہ فلاں جگہ پر ایک مستجاب الدعوات بزرگ رہتے ہیں، آپ ان کے پاس جائیں۔ اورنگزیب عالمگیرؒ تو ویسے ہی اللہ والوں کے صحبت یافتہ اور صاحب نسبت تھے۔ چنانچہ وہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب وہاں پہنچے تو اس بزرگ نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور کہا، جی آیئے تشریف لایئے اور بیٹھئے۔ انہوں نے ازراہ ادب کہا، حضرت! میں اس قابل کہاں۔ انہوں نے فرمایا، نہیں نہیں بیٹھو۔ جب دوبارہ کہا کہ بیٹھو تو وہ ان کے مصلے پر بیٹھ گئے۔ بات چیت ہوتی رہی۔ جب اٹھنے لگے تو انہوں نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں شریعت وسنت کی بالادستی قائم کرنے کے لئے کام کروں، اس لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تاج وتخت عطا فرمادیں۔ وہ بزرگ فرمانے لگے، کہ بھئی! تخت تو ہم تجھے پہلے ہی دے چکے ہیں۔ جب انہوں نے تخت کا نام لیا تو وہ پہچان گئے کہ اہل اللہ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا

کہنے لگے، حضرت! تخت تو مل گیا اور کیا تاج نہیں ملے گا؟ فرمایا، تاج کا نظام تو آپ کو وضو کروانے والے کے پاس ہے۔

اورنگزیب عالمگیرؒ کو فوراً یاد آیا کہ ہاں شہزادہ ہونے کی وجہ سے محل میں میرا ایک خادم ہے۔ وہ واقعی نیک آدمی ہے، مٹا ہوا ہے اور وہی مجھے وضو بھی کرواتا ہے۔ مجھے تو پتہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ واپس آکر سوچ میں پڑ گئے کہ میں ان سے اپنے سر پر تاج کیسے رکھواؤں چونکہ صحبت یافتہ تھے اس لئے سمجھ گئے کہ بے موقع کہنا تو ادب کے خلاف ہوگا۔

وہ عمامہ تو باندھتے ہی تھے۔ اگلی دفعہ جب وضو کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو جان بوجھ کر مصروف کرلیا اور انہیں کہا کہ یہ عمامہ میرے سر پر رکھ دیجئے۔ وہ کہنے لگے کہ میں اس قابل کہاں کہ میرے ہاتھ آپ کے سر تک پہنچیں۔ وہ فرمانے لگے، نہیں نہیں، عمامہ رکھ دیجئے۔ تھوڑی دیر تک تو انہوں نے انکار کیا لیکن اورنگزیب عالمگیرؒ اصرار کرتے رہے۔ بالآخر انہوں نے عمامہ اٹھا کر اورنگزیب عالمگیرؒ کے سر پر رکھ دیا اور اس بزرگ کو برا بھلا کہنا شروع کردیا کہ اس نے میرا راز فاش کردیا۔ اس طرح کا نظام اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سپرد کیا ہوتا ہے۔ ان کو پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔ ان کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ باطنی فراست اور بصیرت رکھنے والے تو ان کو پہچانتے ہیں، ہر بندہ نہیں پہچانتا۔

سراپا تسلیم ورضا

اس سلسلہ میں آخری سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کے ذمے اس قسم کے کام متعین ہوتے ہیں تو کیا پھر ہمیں انہی کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہئے تاکہ سارے کام ہوتے رہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں۔ کیونکہ وہ ہر کام میں حکم الٰہی کے پابند ہوتے ہیں۔ بال برابر بھی کوئی کام اپنی مرضی کے مطابق نہیں کرتے۔ وہ

سراپا تسلیم و رضا ہوتے ہیں۔ بلکہ مجذوب تو کیا ان کے سردار تاجدار مدینہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِکُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا، میں تو اس بات کی اتباع کرتا ہوں جو میرے اوپر وحی آتی ہے۔

حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ میں تسلیم و رضا:

حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ سے کسی نے کہا، حضرت! انگریز کی ہندوستان پر گرفت تو مضبوط ہوتی جا رہی ہے، کیا یہ اولیا کچھ بھی نہیں کر سکتے؟ مولانا یعقوب نانوتویؒ نے فرمایا، میاں! ایک تسبیح گھمانے کی بات ہے، مگر کیا کریں کہ اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

خواجہ فرید الدین عطارؒ میں تسلیم و رضا:

جب ساتویں صدی ہجری میں تاتاری فتنہ اٹھا اس وقت تذکرۃ الاولیاء کے مصنف خواجہ فرید الدین عطارؒ زندہ تھے۔ انہیں پتہ چلا کہ تاتاری لشکر ان کے شہر کی طرف آ رہا ہے۔ جس وقت اطلاع ملی اس وقت وہ پیالے میں کچھ پی رہے تھے۔ انہوں نے اس پیالے کو دوسری سمت گھما دیا۔ جب پیالے کو گھمایا تو لشکر راستہ بھول گیا۔ پورے کا پورا لشکر کسی اور سمت میں چلا گیا۔ ایک سال اسی طرح گزر گیا

ایک سال کے بعد دوبارہ پتہ چلا کہ تاتاری لشکر اس شہر کی طرف آ رہا ہے۔ انہوں نے پھر ارادہ کیا کہ میں کچھ کروں، مگر الہام ہوا کہ پیارے! مرضی تو ہماری چلتی ہے، یہ قضا و قدر کے فیصلے ہیں جو آپ کو تسلیم کرنا پڑیں گے۔ چنانچہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے کہ اے اللہ! جب تیری رضا یونہی ہے، جب تیری قضا و قدر کے فیصلے ایسے ہی ہیں تو ہم کٹ جائیں گے۔ پھر نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تاتاری لشکر آیا، انہوں نے

شہر فتح کیا اور لوگوں کا قتل عام کیا۔ خواجہ فرید الدین عطارؒ بھی انہی شہید ہونے والوں میں سے تھے۔

مولانا تاج محمود امروٹیؒ میں تسلیم و رضا:

جب ریشمی رومال کی تحریک چل رہی تھی اس وقت اولیاء اور علماء میں انگریز کے خلاف بڑا غصہ تھا۔ مولانا تاج محمود امروٹیؒ ایک موقع پر بات کرتے ہوئے بڑے جلال میں آ گئے اور فرمانے لگے، جی تو چاہتا ہے کہ ایڈورڈ کے محل میں گھس کر اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا دبا دوں مگر کیا کروں کہ مجھے اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ میں تسلیم و رضا:

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ ایک محفل میں فرمانے لگے کہ اگر میں ایک توجہ کروں تو پورے مجمع کو تڑپا کر رکھ دوں مگر کیا کروں، مجھے اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

خواجہ عبیداللہ احرارؒ میں تسلیم و رضا:

ایک مرتبہ خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے سامنے بتایا گیا کہ بادشاہ بڑا نافرمان بنتا چلا جا رہا ہے۔ فرمانے لگے، اگر تصرف کروں تو بادشاہ ننگے پاؤں دوڑتا ہوا ابھی چل کر یہاں آ جائے مگر کیا کروں کہ اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

فاعل حقیقی:

میرے دوستو! جب مرضی مولا کی چلنی ہے تو مجذوبوں کے پیچھے بھاگنے کی بجائے کیوں نہ ہم اپنے مولا کی مرضی کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کر لیں۔ یاد رکھیں کہ جب ہم اپنے رب کو منانے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے

کارندوں میں سے کسی کارندے کو ہمیں فیض پہنچانے کے لئے متوجہ فرما دیں گے۔ ظاہرا تو اس کے کارندے کے ذریعے کام ہوتا نظر آئے گا مگر حقیقت میں مرضی اسی کی چلے گی۔

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یونہی نام ہوتا ہے

جلوے دکھانے کا انتظام تو خود حسن نے کیا ہوتا ہے اور نام عشق کا لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی ذات کے جمال کا مشاہدہ حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرما دے اور روز محشر ہمیں اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرما دے۔

و اخر دعونا ان الحمدلله رب العلمين .